بھیڑ بکریوں کی طرح اس سیلاب بلا میں بہہ جائیں یا طاغوتیت اور کفر و شرک کی ان تاریکیوں میں اور خود غرضیوں اور مفاد پرستیوں کی آندھیوں میں اتباعِ رسول، سنّتِ رسول اور سنّتِ اصحابِ رسول علیہم السلام کا چراغ جلائے آگے بڑھیں ان تاریکیوں کو نور دیں اور ان آندھیوں کو نسیمِ سحر میں بدل دیں۔ اللہ کا حکم تو بھی یہی ہے

ولتکن منکم امّۃ یدعون	تم میں سے ایک جماعت ضرور ایسی
الی الخیر	ہو جو خیر کی دعوت دیتی رہے

جس کی ہر صدا خیر ہو دعوت ہو جس کی ہر پکار بھلائی کی پکار ہو جو کامیابیوں کی سمت بلاتی رہے جس کا اپنا قبلہ بھی درست ہو اور امت کا قبلہ بھی درست کرے۔ کوئی سنے نہ سنے کوئی ساتھ چلے نہ چلے تو سناتا چلا چل اور خیر کی طرف بلاتا چلا چل اس راستے میں مشکلات و آفات منہ کھولے کھڑی ہیں گھبرانا نہیں خوف زدہ نہیں ہونا رکنا نہیں سستانا بھی نہیں آگے ہی آگے بڑھنا ہے کہ اِس عملِ نبوّت کا تسلسل ہی اس کی روح ہے، ایثار و قربانی اس کا جسم اور اس کی منزلِ مقصود اللہ کی رضا ہے اور یہی سب سے بڑی آرزو و تمنا ہے۔

احرار کا مکار: آپ پر واجب ہے کہ سیرت سازی و شخصیت سازی کے مقدس عمل کو جفاکشی سے مرحلہ وار آگے بڑھائیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا علم لہرانے پاکستان میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام کی منزل پر پہنچ جائیں

مقصود کی منزل نہ ملی ہے نہ ملے گی
سینوں میں اگر جذبۂ احرار نہیں ہے

یا اللہ! ہمیں اس عملِ خیر کے لئے قبول فرما

یا اللہ! قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرما

یا اللہ! لمحہ لمحہ ہماری نصرت فرما

یا اللہ! مشکلات و مصائب میں استقامت و ثابت قدمی عطا فرما اور ہماری دستگیری فرما اور ہمیں کفار و مشرکین روافض و فاسقین پر غلبہ و فتح عطا فرما آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

پاکستان پائندہ باد ــــــ حکومتِ الٰہیہ زندہ باد

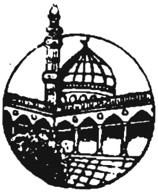

قسط ۲

غزوۂ بدر

افادات :
مولانا ابوالکلام آزادؒ
مرتبہ : مولانا غلام رسول مہر

موقع و محل بدر

بدر مدینہ منورہ سے قریباً اسّی میل مغرب مائل بر جنوب اس شاہراہ پر واقع ہے جو زمانۂ قدیم سے شام اور مکہ مکرمہ کے درمیان تجارتی قافلوں کی جولاں گاہ رہی ہے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانے کے اور راستے بھی ہیں، جن میں سے بعض کا فاصلہ نسبتہً کم ہے مگر لوگ بدر ہو کر بھی آتے جاتے تھے اور حال میں جو پختہ سڑک موٹروں کے لیے حرمین شریفین کے درمیان بنائی گئی ہے۔ وہ بدر سے ہوتی ہوئی گئی ہے۔ بحیرہ احمر کے ساحل سے اس مقام کا فاصلہ دس بارہ میل سے زیادہ نہ ہوگا۔

بدر بیضوی شکل کے ایک میدان میں واقع ہے جسے چاروں طرف سے پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس میدان کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے۔ اردگرد کے پہاڑوں کے نام الگ الگ ہیں۔ مشرقی جانب کے پہاڑوں یا ٹیلوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ شمال و جنوب میں دو سفیدی مائل ٹیلے ہیں اور دُور سے ریت کے بلند تودے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں سے شمالی ٹیلے کا نام "العدوۃ الدنیا" (قریب کا ناکا) اور جنوبی ٹیلے کا نام "العدوۃ القصویٰ" (دور کا ناکا) ہے۔ آخری ٹیلے کے پاس جو اونچا ٹیلا ہے اسے عقنقل کہا جاتا ہے۔ مغربی جانب کا ٹیلا "جبل اسفل" کہلاتا ہے۔ یہاں سے سمندر صاف نظر آتا ہے۔ سورۂ انفال میں بہ سلسلۂ غزوۂ بدر مسلمانوں اور قریش مکہ کے ٹھہرنے کی جگہوں کا ذکر یوں کیا گیا ہے :

و اذ انتم بالعدوۃ الدنیا و ھم بالعدوۃ القصویٰ والرکب اسفل منکم ۔ (آیت ۴۲)	یہ وہ دن تھا کہ تم قریب کے ناکے پر تھے۔ ادھر دشمن دُور کے ناکے پر تھا اور قافلہ تم سے نچلے حصے میں (یعنی سمندر کے کنارے) نکل گیا تھا۔

گویا پہلے دو نام یا تو نزول قرآن سے پیشتر موجود تھے یا پھر قرآن میں مذکور نام رکھ لیے گئے۔ البتہ "جبل اسفل" کا نام بظاہر یقینی طور پر نزول قرآن کے بعد رکھا گیا یا مشہور ہو گیا۔ قرآن میں "اسفل" کا تعلق پہاڑ سے نہیں، تجارتی قافلے کے نکل جانے کی سمت و جہت سے ہے، مگر وہ پہاڑ کے نام کا جزو لاینفک بن گیا ہے۔ ممکن ہے کہ مشرقی جانب کے پہاڑ زیادہ بلند ہیں، لیکن ہے اسی وجہ سے مغربی جانب کے پہاڑ کے لیے "جبل اسفل" نام موزوں سمجھ لیا گیا ہو، لیکن بلاشبہ یہ نام اسمائے تسمیہ میں سے ہے۔

آبادی کی کیفیت

آبادی بظاہر خاصی بڑی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ کئی سو مکان پتھر کے بنے ہوئے ہیں جنھیں مقامی اصطلاح میں "قصر" (جمع قصور) کہتے ہیں۔ دو مسجدیں عام نمازوں کے لیے ہیں۔ مسجد جامع جہاں نمازِ جمعہ ہوتی ہے اس مقام پر ہے جہاں غزوۂ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "عریش" یعنی سائبان بنایا گیا تھا۔ یہ بلند مقام تھا، اس لیے وہاں سے پورے میدان کا ہر حصہ صاف نظر آتا تھا۔ اس مسجد کو "مسجد العریش" بھی کہتے ہیں اور "مسجد الغمامہ" بھی۔ آخری نام کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ اس نام کی ایک مسجد مدینہ منورہ میں بھی ہے۔ کتبے کے مطابق یہ مسجد "خوشقدم" کے زیرِ اہتمام ۲۱۔ ربیع الاول سنہ ۹۰۶ھ (۱۵۔ اکتوبر سنہ ۱۵۰۰ء) میں بنی تھی۔ یہی سال ہے، جب مصر کے برجی مملوک حکمرانوں میں سے اشرف قانصوہ غوری مسندنشین ہوا تھا اور اسی کو اس سلسلے کا آخری حکمران سمجھنا چاہیے۔ پھر مملوک سلطنت اور عباسی خلافت دونوں عثمانی سلطان سلیم کے حوالے ہو گئیں اور ترکوں کے دورِ خلافت کا آغاز ہوا۔ "خوشقدم" حکومت مصر کی طرف سے سرکاری تعمیرات کا مہتمم تھا۔

ترکوں کے عہدِ حکومت میں شریف عبد المطلب نے بدر میں ایک مستحکم قلعہ بنوایا تھا مگر بعد میں دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث وہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ چونکہ بدر ایک بڑا تجارتی مرکز اور مشہور شاہراہِ تجارت کا نہایت اہم مقام تھا، اس لیے وہاں زمانۂ جاہلیت میں بھی ہر سال میلہ لگتا تھا جو یکم ذی قعدہ تک رہتا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہر جمعہ کو یہاں بازار لگتا ہے۔ اس میں لوگ دُور دُور سے اشیا بغرضِ فروخت لے آتے ہیں مثلاً گھی، چمڑا یا چمڑے کی بنی ہوئی مختلف چیزیں، روغنِ بلساں، کمل، عبائیں، اونٹ، بھیڑ بکریاں وغیرہ۔ بعض اوقات گائیں بھی اس بازار میں آجاتی ہیں۔

میدان اور زمین

میدان سنگلاخ ہے، یعنی سنگریزے یا چھوٹے چھوٹے گول پتھر جا بجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں البتہ جنوبی و مغربی حصے کی زمین نرم ہے۔ یہاں ریگ رواں اکٹھی ہو جاتی ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر بھی یقیناً اکٹھی ہو گئی ہوگی۔ اسی لیے روایتوں میں ہے کہ پیر دھنس دھنس جاتے تھے۔ لڑائی میدان کے اسی حصے میں ہوئی تھی۔ سورۂ انفال میں اس موقع پر افضالِ باری تعالیٰ میں سے بعض کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ
عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ
وَ یُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ
عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔
(آیت: ۱۱)

جب ایسا ہوا تھا کہ اس نے (یعنی اللہ نے) چھا جانے والی
غنودگی تم لوگوں پر طاری کر دی تھی کہ یہ اس کی طرف سے
(یعنی اللہ کی طرف سے) تمہارے لیے تسکین و بے خوفی کا
سامان تھا اور آسمان سے تم پر پانی برسا دیا تھا کہ تمہیں
پاک و صاف ہونے کا موقع دے دے اور تم سے شیطان کے
وسوسوں کی ناپاکی دُور کر دے۔ نیز تمہارے دلوں کی ڈھارس

بندھ جائے اور (ریتلے میدان میں) تمہارے قدم جما دے۔

اس آیت مبارکہ کے آخری ٹکڑے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ زمین نرم تھی۔ قدم اس میں دھنس رہے تھے۔ بارش ہوئی تو ریت کی ترجم گئی اور پیر دھنسنے کا معاملہ ختم ہوگیا۔ قریش کا اس جانب مزید نشیب میں تھے۔ لہٰذا بارش نے مسلمانوں کے پڑاؤ میں تو زمین کو لڑائی کے لیے موزوں بنا دیا۔ طبقات ابن سعد میں ہے "مسلمان اڑتی ہوئی بالو پر اترے تھے۔ بارش ہوئی، جس سے وہ کوہ صفا کی مانند ہوگئی۔ لوگ اس پر آسانی سے دوڑ سکتے تھے" قریش کا پڑاؤ نشیب میں ہونے کے باعث دلدل کی شکل اختیار کر گیا۔

ڈاکٹر حمید اللہ فرماتے ہیں کہ اب اس مقام پر سرسبز نخلستان ہے۔ گویا اس حصے کی جو کیفیت نظر بظاہر غزوۂ بدر کے موقع پر ہوگی، اب باقی نہیں رہی۔

چشمے اور باغات بدر میں کنوئیں بھی ہیں اور چشمے بھی۔ بڑا چشمہ جس کی حیثیت آغاز میں زمین دوز نہر کی ہے۔ آبادی کی مسجدوں تک پہنچتے پہنچتے سطح پر آگیا ہے۔ یہ دونوں مسجدوں کے پاس سے گزرتا ہے یا کہنا چاہیے کہ مسجدیں اس کے کنارے بنائی گئی ہیں۔ اس لیے یہ چشمہ نمازیوں کے لیے وضو گاہ کا کام دیتا ہے۔ اسی سے نخلستانوں، باغوں اور کھیتوں کی آبیاری بھی ہوتی ہے نخلستان میلوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سبزیاں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ کا بیان ہے، مدینہ منورہ سے بدر تک کا راستہ بھی بہت سرسبز ہے۔ بدر اور حمرا کے درمیان گھنا جنگل ہے جسے عیص کہتے ہیں۔ غالباً یہ وہی مقام ہو، جس کا ذکر حضرت حمزہؓ کے سریہ سیف البحر میں آیا ہے۔ نیز جہاں صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ابو بصیرؓ مقیم ہوگئے تھے اور مکہ مکرمہ کے مظلوم مسلمان ان کے پاس جمع ہونے لگے تھے۔ ان کی وجہ سے قریش کی تجارتی شاہراہ خطرے میں پڑ گئی تھی اور انھوں نے دل کی رضامندی کے بغیر مدینہ منورہ پہنچے ہوئے مسلمانوں کو واپس کر دینے کی جو شرط معاہدۂ حدیبیہ میں لکھوائی تھی، اسے خود منسوخ کرا دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مسلمانوں کو اپنے پاس بلالیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے کہ مدینہ و بدر کے درمیان میٹھا پانی بکثرت ملتا ہے۔ اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے لیے عمدہ چراگاہیں ہیں۔ اونٹ کی سواری سے دس گھنٹے میں مدینہ منورہ سے بدر پہنچ جاتے ہیں اور موٹر میں زیادہ سے زیادہ اڑھائی تین گھنٹے کا راستہ ہوگا۔

آویزشِ گاہ حق و باطل یہی وہ مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے حق و باطل کے درمیان تصادم کی پہلی امتحان گاہ بنایا۔ حق کو ظاہری وسائل و اسباب کی فرومایگی کے باوصف کامرانی و فیروزمندی سے سرفراز کیا گیا اور باطل کو ساز و سامان کی فراوانی، نیز تعداد کی کثرت کچھ فائدہ نہ پہنچا سکی۔ وہ سر کے بل شکست فاحش کے غار میں گر گیا

اور اس کی پیشانی پر ذلت و نامرادی کی آسمانی مہریں لگ گئیں۔ غزوۂ بدر سے باطل کی جانکنی کا دور شروع ہوا۔ چھ سال کے بعد قریش مکہ کی زبانوں پر اسی وجود مقدس و مزکیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کریمی و رحیمی کے ترانے جاری تھے، جس کی دعوت حق کو روکنے کے لیے وہ لوگ بہ زعم خود عرصۂ روزگار تنگ کر دینے کے منصوبے باندھ رہے تھے۔

فریقین کی کیفیت

اصل جنگ زیادہ تفصیل کی محتاج نہیں، لیکن فریقین کی قوتوں کا موازنہ اور حرب و ضرب کا تمام منظر مع نتائج پیش کر دینا ضروری ہے کیونکہ مولاناؒ نے جنگ پر صرف سرسری تبصرہ فرمایا ہے۔ سب سے پہلے فریقین کے قوائے جنگ کا نقشہ سامنے لائیے:

(الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تعداد تین سو سے کسی قدر زائد تھی۔ یہ تعداد مختلف روایتوں میں تین سو پانچ سے تین سو انیس تک بتائی گئی ہے۔ ان میں سے مہاجرین چوہتر یا چھہتر تھے، باقی سب انصار تھے۔ ان کے ساتھ دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ گھوڑوں میں سے ایک مقدادؓ بن عمرو کا اور دوسرا مرثد بن ابی مرثد الغنوی کا تھا۔ اس سلسلے میں زبیرؓ بن العوام اور مصعبؓ بن عمیر کے نام بھی آگئے ہیں۔ ہر اونٹ کی سواری میں تین تین افراد شریک تھے اور باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کے شریک مرکب ایک حضرت علیؓ تھے اور دوسرے ابولبابہؓ جنھیں الروحا سے مدینہ منورہ کے قائم مقام کی حیثیت میں واپس کر دیا گیا تھا۔ دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم خوشی سے پیدل چلیں گے، آپ سواری فرمائیں۔ فرمایا: "نہ تم دونوں پیادہ روی میں مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو اور نہ میں ثواب حاصل کرنے سے بے نیاز ہوں"۔ یعنی پیدل چلنے کا ثواب زیادہ ہے تو میں اسے کیوں چھوڑوں؟ یہ ہے نبوی قیادت اور نبوی مساوات۔ مسلمان لیڈر ان بنیادی امور سے بالکل غافل ہو گئے ہیں اور انھوں نے اپنی برتری کے لیے سیکڑوں بہانے تلاش کر لیے ہیں، جو عرف فکر و نظر کے فریب ہیں۔

(ب) قریش کے لشکر کی تعداد کم از کم ساڑھے نو سو تھی اور ان کے ساتھ ایک سو گھوڑے تھے۔ اونٹوں کی کثرت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ ہر منزل پر وہ نو یا دس اونٹ ذبح کرتے چلے آئے تھے۔ زرہیں اور باقی ساز و سامان جنگ بھی ان کے پاس بہت زیادہ تھا لیکن ریت کی دیواریں اٹھا لینا ممکن ہو تو ہو، مادی ساز و سامان کی زیادتی باطل کو کیونکر اور کب تک قائم و استوار رکھ سکتی ہے؟ جس کی فطرت ہی نیست و نابود ہونا اور جھاگ کی مانند اڑ جانا ہو۔ اس کے لیے پائندگی کا کیا سوال ہے؟ البتہ حق کو اپنے اثبات کے لیے آزمائش کی مختلف منزلوں سے گزرے بغیر چارہ نہیں۔

دعائیں

سعدؓ بن معاذ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک ٹیلے پر سائبان سا بنا دیا تھا۔ ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ سعدؓ بن معاذ دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ آپ نے رات دعاؤں میں گزار دی۔ مولانا شبلی مرحوم نے لکھا ہے:

یہ عجیب منظر تھا۔ اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت خشوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے: "خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے آج پورا کر۔" محویت اور بے خودی کے عالم میں چادر کندھے سے گر گر پڑتی تھی اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ کبھی سجدے میں گرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو پوجا نہ جائے گا۔[1]

صف بندی

صبح ہی صبح آپؐ نے صف بندی کی۔ تیر دست مبارک میں تھا۔ اس سے صفیں سیدھی کرتے ہوئے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے گئے، جو آگے تھا اسے پیچھے کرتے، جو پیچھے تھا اسے آگے بڑھنے کا حکم دیتے۔ اسی موقع پر سوادؓ بن غزیہ کا واقعہ پیش آیا۔ سوادؓ صف سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر سے ان کے بطن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا سوادؓ برابر ہو جاؤ۔ سوادؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! آپ نے مجھے تکلیف دی۔ آپؐ کو اللہ نے حق و عدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، مجھے بدلہ دیجیے۔ آپ نے بطن مبارک سے کپڑا اٹھا دیا اور فرمایا، سوادؓ بدلہ لے لے۔ سوادؓ نے بے تابانہ بطن مبارک چوم لیا۔ پوچھا یہ کیا؟ عرض کیا، جنگ کا معاملہ ہے شاید یہ آخری ملاقات ہو۔ جی چاہا کہ آپؐ کی جلد مبارک سے میری جلد مس کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر دی۔

صف بندی کے بعد پھر سائبان یعنی عریش میں جا کر مصروف دعا ہو گئے۔

قریش نے بھی صف بندی کر لی تو عمیر بن وہب کو مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے گھوڑے پر ہر طرف چکر لگایا۔ یہ بھی دیکھا کہ اسلامی لشکر کا کوئی حصہ چھپا ہوا تو نہیں۔ پھر بتایا کہ کم و بیش تین سو آدمی ہیں مگر ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی اس وقت تک نہ مرے گا، جب تک تم میں سے کسی کو مار نہ لے گا۔ پھر بتاؤ اس کے بعد تمہارے لیے زندگی میں کیا لطف ہوگا؟

ابوجہل کی فتنہ انگیزی

حکیم بن حزام نے عتبہ سے کہا حضرمی کے قتل کی بنا پر یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے۔ اس کا خون بہا دے دیجیے۔ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ عتبہ تیار ہو گیا۔ ابوجہل نے سنا تو ایک طرف عتبہ کو بے ہمتی کا طعنہ دیا، دوسری طرف حضرمی کے بھائی کو اکسا دیا۔ اس نے کپڑے پھاڑے اور بھائی کا ماتم شروع کر دیا۔ یوں پہلے بھی ابوجہل ہی قریش کو بدر لایا تھا، حالانکہ قافلہ کے بچ نکلنے کی اطلاع پا کر وہ واپس جا رہے تھے۔ اب جنگ روکنے کے لیے بالآخر صورت حال پیدا ہو رہی تھی۔ اسے بھی برباد کرنے کا ذمہ دار ابوجہل ہی ٹھہرا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی یہی تھی، حق کا یہ سب سے بڑا دشمن باطل کو تصادم پر نہ صرف اکسائے، بلکہ اسے یقینی بنا دے۔ جنگ کی آگ بھڑکے تو اس کا ایندھن خود بھی بنے اور دوسرے بڑے بڑے ساتھیوں کو بھی بنائے۔

---

[1] سیرۃ النبیؐ ص ۲۹۷ - ۲۹۸۔

جنگ

جنگ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ دستور کے مطابق پہلے شیبہ، اس کا بھائی عتبہ اور اس کا بیٹا ولید میدان میں نکلے۔ مسلمانوں کی طرف سے عوفؓ اور معوذؓ، ابنا، عفرا اور عبداللہؓ بن رواحہ مقابلے کے لیے اٹھے مگر رسول اللہ صلعم نے انہیں روک دیا اور اپنے خاندان میں سے حمزہؓ، علیؓ اور عبیدہؓ بن حارث کو بھیجا۔ عتبہ، شیبہ اور ولید تینوں مارے گئے۔ لیکن عبیدہؓ بھی سخت زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ انہیں کندھے پر اٹھا کر لائے۔ مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔ قریش میں سے عبیدہ بن سعید بن العاص لوہے میں ڈوبا ہوا نکلا۔ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ زبیرؓ بن العوام نے تاک کر برچھا آنکھوں میں مارا۔ عبیدہ گرا اور ختم ہوگیا۔

پھر عام لڑائی شروع ہوگئی۔ قریش مکہ کے کئی اکابر پے در پے مارے گئے۔ معاذؓ اور معوذؓ ابنا ے عفرا نے عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے پوچھا کہ ابوجہل کون ہے؟ جب معلوم ہوگیا تو دونوں نوجوان بازوں کی طرح جھپٹے اور صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل کے پاس جا پہنچے۔ جاتے ہی ایسا سخت وار کیا کہ ابوجہل گر گیا۔ اس کے بیٹے عکرمہ نے پیچھے سے معاذ کے بازو پر تلوار ماری جس سے ہاتھ کٹ گیا لیکن تسمہ لگا رہا۔ نوجوان معاذؓ نے کٹا ہوا ہاتھ پاؤں تلے دبا کر تسمہ بھی الگ کر دیا کیونکہ وہ جنگ میں حائل ہو رہا تھا۔ پھر عبداللہؓ بن مسعود نے ابوجہل کا سر کاٹا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمادی تھی کہ بعض لوگ با دل ناخواستہ ساتھ آئے ہیں لہٰذا انہیں قتل نہ کیا جائے۔ ان میں عباس اور ابوالبختری بھی شامل تھے۔ صحابہؓ نے ان احکام کی پوری تعمیل کی۔ ابوالبختری اس لیے مارا گیا کہ وہ تنہا جان بخشی پر راضی نہ ہوا اور اپنے رفیق کو بھی بچانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اجازت لازم تھی۔

امیہ بن خلف کو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بچا لینا چاہا لیکن بلالؓ اسے دیکھ کر خاموش نہ رہ سکے۔ انصار کو خبر دی۔ چنانچہ امیہ اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔

غرض قریش مکہ کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان میں بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ مثلاً شیبہ، ابوجہل (عمرو بن ہشام)، ابوالبختری (العاص بن ہشام)، زمعہ بن الاسود، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج وغیرہ۔ ستر ہی اسیر ہوئے جن میں حضور صلعم کے چچا عباس، داماد ابوالعاص بن الربیع اور علیؓ کے بھائی عقیل بھی تھے۔

شہدائے بدر

صحابہ کرامؓ میں سے چودہ شہید ہوئے، ان میں سے چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے تھے۔

مہاجرین: ۱۔ عبیدہؓ بن حارث بن المطلب۔

۲۔ عمیر ابن ابی وقاص سعد بن ابی وقاص کے بھائی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے نکلتے وقت کم عمری کی بنا پر عمیر کو واپس کر دینا چاہتے تھے لیکن وہ رو پڑے۔ اس لیے ساتھ لے لیا۔ شہادت کے وقت صرف سولہ سال کی عمر تھی۔

۳۔ عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی۔

۴۔ مہجعؓ (حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام) جنگ بدر کے پہلے شہید غالباً یہی تھے۔

۵۔ صفوان بن بیضا۔

۶۔ عاقل بن البکیر اللیثی۔

انصار: ۷۔ عُمیر بن الحمام کھجوریں کھا رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جہاد کی فضیلت سُنی تو کھجوریں پھینک دیں۔ چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلوار نکالی اور کئی آدمیوں کو مار کر خود بھی شہادت پائی۔

۸۔	سعدؓ بن خیثمہ	(اوسی انصاری)
۹۔	مبشر بن عبدالمنذر	(〃 〃)
۱۰۔	یزید بن حارث	(خزرجی انصاری)
۱۱۔	رافع بن المعلّی	(〃 〃)
۱۲۔	حارثہ بن سراقہ	(〃 〃)
۱۳۔	عوف بن عفرا	(〃 〃)
۱۴۔	مُعوِّذ بن عفرا	(〃 〃)

لاشوں کی تدفین

اپنے شہدا کو تو دفن کرنا ہی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کوئی بھی لاش کہیں نظر آ جاتی تو اسے دفن کرا دیتے۔ چنانچہ قریش کی تمام لاشیں آپ نے ایک گہرے گڑھے میں ڈلوا کر اوپر مٹی کی تہ جموا دی۔ امیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی کیونکہ اس نے زرہ پہن رکھی تھی۔ لوہے کی زرہ نے حدت آفتاب کا عمل تیز کر دیا، اس لیے اسے گڑھے تک لے جانا ناممکن نظر آیا تو جہاں لاش پڑی تھی وہیں اس پر مٹی ڈلوا دی۔

ابولہب کسی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے ایک مقروض کو چار ہزار درہم کے بدلے بھیج دیا۔ لیکن کچھ دنوں بعد بیمار ہوا اور بڑی ہی بُری حالت میں مرا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں

میں نے بعض امور کا تذکرہ نظرانداز کر دیا کیونکہ وہ سیرت کی عام کتابوں میں ملتے ہیں مثلاً کنکریاں پھینکنے اور ”شاہت الوجوہ“ (چہرے بگڑ گئے) فرمانے کا واقعہ یا ملائکہ مقدسہ کی امانت و نصرت کا واقعہ۔ قرآن مجید میں ہے: وما جعله الله الا بشرٰى ولتطمئن به قلوبكم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کئی دعائیں مذکور ہیں مثلاً بدر کی طرف تشریف فرمائی کے وقت ایک مقام پر دُعا فرمائی: ”یا اللہ یہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) بھوکے ہیں انھیں سیر کر۔ یہ برہنہ ہیں، انھیں لباس عطا فرما۔ یہ پیدل چل رہے ہیں، ان کے لیے سواری کا انتظام کر دے۔“

دیکھیے مال دنیا کے لیے حضور صلعم کی دعا صرف کفایت تک محدود رہی آگے نہیں بڑھی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں میدان جنگ سے بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آتا تھا۔ آپ سجدے میں گرے

ہوئے تھے اور "یا حی یا قیوم" فرما رہے تھے۔ آگے کوئی لفظ سننے میں نہیں آرہا تھا۔

جنگ میں فتح پائی اور ابوجہل کا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا تو تین مرتبہ فرمایا؛ اللہ الذی لا الٰہ الا ھو (اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) پھر کہا اللہ اکبر، الحمد للہ الذی صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ۔ (اللہ کے لیے حمد وشکر ہے جس نے اپنا وعدہ نصرت سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور تمام گروہوں کو اس یگانہ و یکتا نے شکست دے دی)

دیکھا! یہاں بھی اپنے رفیقوں کی فداکاری، شان عزیمت و استقامت، بے مثل بہادری، مقاصد حق کے لیے بے دریغ جانبازی یا ایسی کسی چیز کا ذکر نہ کیا حالانکہ ان میں سے ہر معاملہ روز روشن کی طرح آشکارا تھا۔ خدا کی حمد و ستائش کی۔ جس نے فتح عطا فرمائی، و ما النصر الا من عند اللہ۔

سفر مراجعت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین روز بدر میں قیام فرما رہے۔ پھر قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ منزل بہ منزل مراجعت فرمائی۔ اسیران قریش میں سے دو دین کے بڑے دشمن تھے اور ان سے مسلمانوں کو بے حد اذیت پہنچ چکی تھی انھیں قتل کرا دیا۔ صفرا میں پہنچے تو مال غنیمت بہ حقہ مساوی تقسیم فرمایا۔ اپنا حصہ بھی صحابہ کے برابر تھا۔ اس سلسلے میں اس شمشیر کا ذکر ضروری ہے جس نے ذوالفقار کے نام سے بڑی شہرت پائی۔ یہ اسی جنگ میں ہاتھ میں آئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھ لی گئی۔ اونٹوں میں سے ایک اونٹ ابوجہل کی ملکیت میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا تھا، جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ یہ اونٹ حدیبیہ روانہ ہوتے وقت قربانی کے جانوروں میں شامل کر لیا گیا تھا اور معاہدۂ حدیبیہ کے بعد اسے ذبح کیا گیا۔ صفرا میں نضر بن حارث بن کلدہ کو سزائے موت ملی۔ عرق الظبیہ میں پہنچے تو عقبہ بن معیط کو قتل کی سزا دی۔

قاصدان فتح

مدینہ منورہ پہلے ہی دو قاصد بھیج دیے تھے۔ مدینہ منورہ کے لیے زیدؓ بن حارثہ اور عالیہ کے لیے عبداللہؓ بن رواحہ کو۔ زیدؓ بن حارثہ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ اور دوسرے لوگ حضرت رقیہؓ کی تدفین سے فارغ ہو چکے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے تو حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ (اہلیہ عثمانؓ) سخت بیمار تھیں۔ اسی وجہ سے عثمانؓ کو اہلیہ کی تیمارداری کے لیے چھوڑنا پڑا۔ یہ رکنا اضطراری تھا اس لیے عثمانؓ کا حصہ برابر رکھا گیا۔ اسی طرح بعض اور صحابہ بھی کارہائے خاص پر مامور تھے، ان کا حصہ بھی غازیان بدر کے ساتھ تھا۔ حضرت رقیہؓ کی وفات یوم جنگ بدر والے دن یا ایک روز بعد ہوئی۔

قیدیوں سے حسن سلوک

مدینہ منورہ پہنچتے ہی اسیران جنگ کو مختلف اصحاب میں تقسیم کر دیا گیا کیونکہ کوئی خاص قیدخانہ تو تھا نہیں جہاں انھیں رکھا جاتا۔ ان میں سے ابوعزیز بن عمیر (برادر مصعبؓ بن عمیر) کا بیان ہے کہ مجھے جن کے حوالے کیا گیا وہ ناشتے یا کھانے کے وقت روٹی میرے حوالے کر دیتے تھے اور خود کھجور پر گزارہ کرتے۔ مجھے شرم محسوس ہوتی، روٹی واپس کرتا مگر وہ پھر میرے حوالے کر دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور ارشاد خصوصی کا کرشمہ تھا۔

ایک اور منظر دیکھیے۔ ایک روز مصعبؓ بن عمیر بھائی کے پاس سے گزرے تو اس کے حوالے داروں سے کہا، اسے خوب گرفت میں رکھنا۔ اس کی ماں بڑے ساز و سامان والی ہے۔ شاید وہ اس کا فدیہ دے کر چھڑا لے۔

ابو عزیز بولا، بھائی صاحب! کیا آپ کو میرے متعلق یہی وصیت مناسب معلوم ہوئی ہے؟ مصعبؓ بولے: تو میرا بھائی نہیں، یہ لوگ میرے بھائی ہیں۔

ابو عزیز کی والدہ نے جو مصعبؓ کی بھی والدہ تھی پوچھا کہ کسی قیدی کا زیادہ سے زیادہ فدیہ کتنا دیا گیا ہے؟ بتایا گیا: چار ہزار۔ اس نے چار ہزار درہم دے کر بیٹے کو رہا کرا لیا۔

فدیے کی مختلف صورتیں

غور و مشورہ کے بعد قرار پایا:

۱۔ اسیروں سے فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے۔

۲۔ فدیہ کی زیادہ سے زیادہ رقم چار ہزار درہم فی کس رکھی گئی ہے لیکن اتنی استطاعت صرف تھوڑے ہی لوگوں میں تھی۔

۳۔ اس بڑی رقم کے بعد بعض کے لیے تین ہزار، بعض کے لیے دو ہزار اور بعض کے لیے ایک ہزار مقرر ہو گئے۔

۴۔ جن کی استطاعت اتنی بھی نہ تھی، مگر وہ پڑھے لکھے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو رہا کر دیے جائیں گے۔ زیدؓ بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

۵۔ جو کچھ بھی نہیں دے سکتے تھے۔ انہیں محض احسان رکھ کر چھوڑ دیا گیا۔

چنانچہ حضرت عباسؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے خاندانی افراد سے بھی باقاعدہ فدیہ لیا گیا۔ ابو العاص بن الربیع (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی حضرت زینبؓ کے شوہر) بھی شامل تھے۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کو فدیہ کی رقم کے لیے کہلا بھیجا۔ اس رقم میں حضرت خدیجہؓ کا وہ ہار بھی آیا تھا جو مرحومہ نے بیٹی کو شادی کے موقع پر دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے یہ ہار گزرا تو بہت سی پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ بے اختیار چشم ہائے مبارک سے آنسو بہ نکلے۔ فرمایا:

تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔

چنانچہ یہ ہار بے تامل واپس کر دیا گیا اور اس کی قیمت ابو العاص کے فدیے میں محسوب ہو گئی۔

ابو العاص پھر سامان تجارت لے کر شام گئے۔ اس وقت حضرت زینبؓ مدینہ منورہ آ چکی تھیں۔ واپسی کے وقت ان کا قافلہ لٹ گیا لیکن ایک ایک چیز محفوظ رہی۔ ابو العاص مدینہ منورہ پہنچ کر زینبؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر ان کی ہر چیز واپس کر دی گئی۔ وہ مکہ مکرمہ گئے، سب کی ایک ایک چیز لوٹائی اور خود واپس آ کر مسلمان ہو گئے۔

مسئلہ تاریخ غزوہ

آخر میں تاریخ کا مسئلہ رہ جاتا ہے جو ذرا سی کاوش کا باعث ہے۔ زیادہ تر دن جمعہ کا بتایا گیا ہے اور تاریخ ۱۷ رمضان سنہ ۲ھ۔ اگر ۱۷ رمضان کو درست تسلیم کر لیا جائے تو